© rasailojaraid.com

ضعف نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

میرا اندازہ ہے کہ وہ ستر سال سے کچھ اوپر تھے، مگر چلتے پھرتے، چہرے مہرے اور آواز و لہجے سے بالکل تر و تازہ اور شاداب نظر آتے تھے۔ قرآن مجید کے اتنے پکے حافظ تھے کہ اپنے بچپن سے انتقال تک شاید ہی کوئی مصلیٰ چھوڑا ہو۔ شعبان المعظم میں ان کا انتقال ہوا۔ یوں پچھلا رمضان ان کی زندگی کا آخری رمضان ثابت ہوا۔ رحمانیہ مسجد (طارق روڈ) میں کئی سال امام و خطیب رہے اور دلوں پر حکمرانی کرتے رہے۔ وہ درویش صفت، منکسر المزاج اور سادہ طبیعت انسان تھے، وہ زندگی میں بڑے بڑوں سے متاثر نہ ہوئے اور نہ کسی کو خاطر میں لائے۔ بڑے بڑے سرمایہ داران کے حلقہ ارادت میں آئے مگر وہ خود کسی کے رعب میں نہ آئے۔ کیونکہ انہوں نے کبھی کسی سے کوئی طمع نہ رکھی، البتہ دوسروں کیلئے کچھ کہنے میں کبھی عار بھی محسوس نہ کی۔ ان کی سفارش پر بہت سوں کے کام ہوئے جن کی الگ تفصیل ہے۔

مرحوم قرآن کریم کے بہت بڑے عالم تھے۔ مگر خود کو طالب قرآن کہتے تھے۔ اپنا تعارف بھی وہ اسی انداز سے کراتے تھے۔ قرآن کے آگے ہمیشہ سرنگوں رہے۔ بعض مسائل پر میرا ان سے اختلاف بھی ہوا۔ میرا قرآنی استدلال جب بھی ان کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط ہوا، بغیر کسی تامل کے وہ میرے ہمنوا ہو گئے۔ قرآن کے آگے سر جھکانے کی یہ اسپرٹ اب کہاں دیکھنے کو ملتی ہے؟ حافظ صاحب مرحوم دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے اور پس ماندگان میں اپنی محبوب اہلیہ اور اکلوتی بیٹی آنسہ ہاجرہ کے علاوہ مجھ سمیت سینکڑوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ گئے۔

تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی

ذیل میں راقم الحروف کے نام حافظ محمود الحسن کا مکتوب گرامی پیش کیا جا رہا ہے۔

پیکرِ علم و دانش۔ سراپا فکر و تحقیق۔ محبی و محسنی۔ مکرمی و محترمی

جناب ڈاکٹر حافظ محمد شکیل صاحب اوج مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی

امید واثق کہ آپ مع فرزندان سعید اور اہل خانہ کے بخیر و عافیت ہوں گے۔ آمین

گذشتہ باسی بلکہ پرانی عید سعید مبارک ہو۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ عجیب و غریب آدمی

ہے کہ اتنی پرانی عید کی مبارکباد ارسال کر رہا ہے۔

تو صاحب! بات یہ ہے کہ ۲۰ ماہ رمضان المبارک کے بعد سے ہم مع اہل خانہ راقم الوقت بیماری سے صاحب فراش رہے۔ اتنا ہوا ہے کہ علاج معالجہ سے اب جا کر کچھ فرق پڑا ہے۔ اللہ رب العالمین سے دست بدعا ہوں کہ وہ ذات باری آپ سب کو اور ہمیں ہر قسم کی بیماریوں سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

مزید عرض ہے کہ مجلہ التفسیر کا چوتھا شمارہ مجھے ابھی تک موصول نہیں ہوا۔

ایک جرات بلکہ جسارت کر رہا ہوں اور امید ہے کہ آپ پر بار خاطر نہ ہوگا اور محسوس بھی نہیں فرمائیں گے۔ وہ یہ کہ مبلغ 300.00 تین سو روپیہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ یہ رقم مجلہ التفسیر کیلئے زر تعاون ہے۔ مبلغ ایک سو روپیہ زر تعاون 2005ء کا ہے۔ سال گذشتہ کا۔ دوسرا سو روپیہ زر تعاون برائے سال 2006ء کیلئے ہے۔ تیسرا سو روپیہ سال آئندہ 2007ء کیلئے ہے۔ وصول فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

کیونکہ یہ معاملات دنیا ہیں۔ قصہ زمین بر سر زمین۔ آج کوئی بھی چیز یوں ہی ہاتھ نہیں آتی۔ اس پرفتن اور پر آشوب بلکہ قیامت خیز دور میں ایک علمی مجلہ کا چلانا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت و توفیق اور استطاعت عطا فرمائے اور آپ کی ذات سے تشنگان علم کو فرحت و انبساط عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین (ﷺ)

میری طرف سے میرے محترم صاحب علم و فضل۔ سراپا علم و تحقیق حضرت علامہ محمد اعظم صاحب سعیدی کو سلام پیش کر دیجئے گا۔ فرزندان ارجمند کیلئے بہت ساری دعائیں۔ بھابھی صاحبہ کو عید مبارک اور سلام قبول ہو۔ مزید کار لائقہ سے یاد فرمادیں۔ شکریہ۔ اللہ حافظ و ناصر ہو۔

فقط والسلام، نیاز مند
حافظ محمود الحسن
8 نومبر 2006

پتہ: فلیٹ ۳۰۲، دوسری منزل، 109-K/2
پی ای سی ایچ ایس۔ کراچی 75400

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غواص القرآن حافظ محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

محمد اعظم سعیدی

کل شیٔ یرجع الیٰ اصلہ ۔ عالم بقاء سے عالم فناء میں آئے اور پھر عالم بقاء کو لوٹ گئے، آہ ترجمان القرآن حضرت حافظ محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں عالم دنیا میں تنہا کر گئے ۔ ان کے انتقال سے قرآن فہمی کا ایک باب بند ہو گیا، قرآن کی روشنی سے قلب و دماغ کو مستنیر کرنے والا ایک درخشاں ستارہ غروب ہو گیا، قرآن کا درک رکھنے والی کہکشاں کا ایک اور ستارہ ڈوب گیا، خدا اس پاک طینت و پاک سرشت پر اپنی رحمتوں کا سایہ فرمائے (آمین)

حافظ صاحب مرحوم کا علم بڑا مستند تھا اور کثرت مطالعہ سے شذرہ بھی ۔ اگرچہ کتب احادیث و فقہ پر انہیں عبور تھا ۔ مگر قرآن کو صرف قرآن سے ہی سمجھنا انہیں منظور تھا ۔ قرآن سے قلبی لگاؤ اور گہری محبت کا یہ عالم تھا کہ کم و بیش ۶۰ سال (گذشتہ رمضان) تک تراویح میں قرآن سنایا ۔ یعنی پیرانہ سالی اور مختلف امراض کی حملہ آوری انہیں قرآن مجید پڑھنے، رکھنے، سمجھانے اور سنانے سے باز نہ رکھ سکی ۔ حتیٰ کہ ایام مرض میں بھی تلامذہ کو تفسیر پڑھاتے رہے ۔ ان کی درس گاہ ان کے فلیٹ کا ایک کمرہ تھا ۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ واحد درسگاہ تھی جو چندے اور فیس سے مبرا تھی ۔ دوسرا کمرہ نادر و نایاب کتب سے معمور مطالعہ گاہ تھا ۔ جبکہ ایک کمرہ ہونہار صاحبزادی اور سلیقہ شعار بیوی کیلئے وقف تھا ۔ یہ ہے کل کائنات اس عالم قرآن کی جو ہزاروں دلوں میں بستا ہے ۔ اگرچہ غائبانہ طور پر ہم ایک دوسرے کے بہت پہلے سے شناسا تھے ۔ مگر ان سے بالمشافہ پہلی ملاقات ۱۹۸۶ء میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی پر منعقدہ ایک سیمینار میں ہوئی تھی ۔ یہ ملاقات اگرچہ مختلف نظریات کے ٹکراؤ کے باعث یادگار نہ بن سکی ۔ مگر دوران بحث حافظ صاحب مرحوم کے بکثرت قرآنی آیات کو بطور دلیل تلاوت کرنے پر ان کی قرآن سے گہری رغبت کا رعب میرے دل میں ضرور سما گیا ۔ پھر گاہے گاہے مختلف محافل و سیمینارز میں ملاقاتوں کے تسلسل سے ان کی علمی وسعتیں مجھ پر آشکار ہوتی رہیں ۔ اور یوں ذہنی و قلبی قربتیں بھی بڑھتی رہیں ۔ غرض کہ ان کی طرف سے بے پناہ محبت کے اظہار اور میری جانب سے عقیدت کے اقرار نے ہمیں یک جان دو قالب کر دیا (من تو شدم تو من شدی)

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رواداری کا ایک واقعہ اس طرح ہے کہ مصر کے مفتی امام خرپوتی

نے بارہویں صدی ہجری میں قصیدہ بردہ کی علم منطق، کلام، معانی، بدیع، جغرافیہ اور تاریخ کے حوالے سے بڑی مبسوط و ضخیم شرح عصیدۃ الشہدہ کے نام سے لکھی تھی ۔ اس پر چار دیگر علماء کے حواشی بھی تھے ۔ حضرت حافظ صاحب اس کا قلمی نسخہ مصر سے لائے تھے اور اس کا اردو میں ترجمہ کرانے کی تمنا رکھتے تھے ۔ چونکہ پیرانہ سالی کے باعث خود لکھنے سے عاجز تھے، اس لئے مختلف علماء سے معقول معاوضہ پر ترجمہ کر دینے کی استدعا کی مگر کئی سال تک مختلف ہاتھوں سے ہو کر وہ کتاب من و عن ان کے پاس آ گئی ۔ ماہ نومبر ۲۰۰۰ء کو رمضان کے مہینے میں مولانا انور احمد شہباز عصیدۃ الشہدہ شرح قصیدہ بردہ لیکر میرے پاس آئے اور کہا کہ اسکے پہلے دو صفحات کا ترجمہ کر دیں ۔ کل آ کر لے جاؤں گا ۔ دوسرے دن میں ترجمہ کر کے انہیں دے دیا ۔ پھر ایک ہفتہ بعد شہباز صاحب نے ہی آ کر بتایا کہ اس کتاب کا ترجمہ کرنا اور یہ کتاب حافظ محمود الحسن صاحب کی ہے ۔ یہ بھی بتا دیں کہ محنتانہ کیا لیں گے ۔ یہ سن کر میں سوچ میں پڑ گیا کہ حافظ صاحب نے مجھ سے خود کیوں نہیں فرمایا، اس واسطہ کی کیا ضرورت تھی ؟ پھر سوچا کہ جو شخص لحاظ داری، رواداری، بلنساری، وفاداری، عاجزی و انکساری جیسی صفات کا مجسم پیکر ہو، وہ اپنے عقیدت مند سے محنتانے کی بات کیسے کر سکتا ہے ۔ بہر حال میں نے اس ضخیم شرح کا ترجمہ کر دیا ۔ پھر وہ ترجمہ تین سال پہلے محمد ریاض گوہر والا بغرض اشاعت لے گئے تھے ۔ جسے تا حال وہ نہیں چھاپ سکے، اب انشاء اللہ حافظ صاحب مرحوم کی پہلی برسی پر وہ ترجمہ شائع کر دیا جائیگا ۔ عصیدۃ الشہدہ ہی وہ شرح ہے جس نے ہماری ملاقاتوں میں اضافہ کر دیا ۔ حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کے روزانہ کے معمولات میں یہ تھا کہ آپ بعد نماز ظہر قیلولہ فرماتے ۔ پھر علماء اور آئمہ و خطباء کو تفسیر قرآن پڑھاتے ۔ عصر سے مغرب تک اپنے والد مرحوم کی قبر پر باقاعدہ قرآن کی تلاوت کرتے ۔ میں ہر دوسرے، تیسرے دن حاضر ہوتا تو زیر درس آیت کے حوالے سے مجھ سے مخاطب ہو جاتے اور اس کی توضیح و تشریح میں دیگر آیات سے استدلال فرماتے ۔ مفسرین و مؤرخین کی تحریر کردہ اسرائیلی روایات کو در خور اعتناء نہ سمجھتے تھے ۔ وہ اس یقین کے مالک تھے کہ قرآن خود ہی متن ہے اور خود ہی مفسر ہے ۔ دو سال پہلے مغفرت ذنب کے مسئلے پر حافظ صاحب نے ذنب، اثم، حوب، خطاء، جناح اور معصیت جیسے لفظوں کی ادب و لغت، صرف و نحو، معانی و لسانی اور اقوال مفسرین و فقہاء سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف قرآن سے مدد لے کر خوب تحقیق فرمائی تھی اور وہ تحقیق تین آڈیو کیسٹ میں ریکارڈ ہے جو ان کے ایک شاگرد عزیز کے پاس محفوظ ہے ۔

ایک دفعہ آئمہ و خطباء کی اس کلاس کو سورہ بقرہ کی آیات ۲۳۳ تا ۲۷۶ کا درس دے رہے تھے اس وقت مسودہ لے کر میں بھی حاضر ہو گیا ۔ حسب روایت مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، کیا ابلیس فرشتوں میں

© rasailojaraid.com